

# تیہے ناکا پڑو جہاں فدا

سید ریاض حسین شاہ

جماعت اہل سنت پاکستان



## بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزنامہ جنگ کی ایک اشاعت میں ایک مضمون نظر سے گذرا۔ علماء کنفیوژن دور کریں۔ مضمون نگار کے اسلوب سے خلوص اور مذہبی متانت محسوس ہو رہی تھی لوگوں کے ذہن میں سلمان تاثیر کے قتل سے کئی ایک سوال پیدا ہو گئے۔ جماعت اہل سنت پاکستان کے دارالافتا ”سے صادر ہونے والے فتویٰ“ نے ملت اسلامیہ کی مذہبی سوچوں کو ایک رخ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ دینی مطالعہ نہ ہونے کی وجہ سے شکوک ذہن میں بے چینی پیدا کرنے لگے وگرنہ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں جانی گئی ہے کہ افراد کی موت کوئی معنی نہیں رکھتی ایمان اور عقیدے کی حیات قومی زندگی کا محور ہوا کرتا ہے، چونکہ فی نفسہ مسئلہ کا تعلق قانون، فقہ، عدالت اور اسلامی تاریخ کے ساتھ ہے اس لئے اسلامی قانون کے اصل مراجع کے بغیر صورت حال پوری طرح واضح نہیں کی جاسکتی۔

رسول زمین پر اللہ کے نائب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کا نفوذ نبی اور رسول ہی کرتے ہیں۔ رسولوں کی تعظیم اور تکریم دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم اور تکریم ہوتی ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں کہ رسولوں کی تکریم لازم کی گئی بلکہ رسولوں سے منسوب جملہ اشیاء کی تعظیم بھی ضروری قرار دی گئی ہے۔ قرآن مجید نے صاف طور پر کہا:

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَغَرَّوْهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي

انزل معه أولئك هم المفلحون

”سو جو ان پر ایمان لایا اور ان صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب تعظیم کی اور ان کی

مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ نازل ہوا تو وہی

لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“ (الاعراف: 157)

حضور ﷺ کی بارگاہ میں آوازوں کو بلند کرنے سے منع کر دیا گیا۔ مزید یہ کہ رسول رحمت ﷺ کو عامیاناہ انداز سے مخاطب کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے اور وہ لوگ جو اس تادیب کے باوجود باز نہ آئے ان کے اعمال اکارت چلے جانے کی خبر سنائی گئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ

النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ

أَنْ تَحْبُطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ

”اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے اونچا نہ

ہونے دو اور ان کے سامنے اونچے نہ بولو جیسے تم ایک دوسرے

کے ساتھ بلند آواز میں بولتے ہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال

ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتا بھی نہ چل سکے۔ (الحجرات ۰۲)

ایسے الفاظ جن کے استعمال سے کوئی دوسرا شخص فائدہ اٹھا کر گستاخی کر سکتا

ہے ان جائز الفاظ کا استعمال بھی ممنوع قرار دے دیا گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا

وَأَسْمِعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ

اے ایمان والو! ”راعنا“ مت کہو، کہنا ہی ہو کچھ تو عرض کرو ”نظر

میں رکھیے ہمیں“ اور سنا کرو اور منکرین کے لئے دردناک عذاب

ہے۔ (البقرہ ۱۰۴)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایمان کی ایک علامت یہ بیان فرمائی کہ مومن

ایسے لوگوں سے قلبی روابط اور تعلقات رکھنے کو جائز نہیں سمجھتے جو حضور ﷺ کے گستاخ

ہوں اور ان کی مخالفت کرتے ہوں۔

سورۃ مجادلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من  
حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباؤہم او ابناءہم او  
اخوانہم او عشیرتہم اولئک کتب فی قلوبہم  
الایمان وایدہم بروح منہ ویدخلہم جنت تجری  
من تحتہا الانہار یخلدین فیہا رضی اللہ عنہم ورضوا  
عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ہم المفلحون  
”آپ نہیں پائیں گے کوئی قوم جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان  
رکھتی ہو کہ پیار کریں ایسے لوگوں سے جو اللہ اور اس کے رسول  
کے دشمن ہوں اگرچہ وہ لوگ ان کے آباؤ اجداد یا آلِ اولاد یا  
بھائی برادر یا کنبے قبیلے سے ہوں، اللہ نے ان کے دلوں میں  
ایمان کو راسخ کر دیا ہے اور اپنی خصوصی توجہ سے ان کی مدد فرمائی  
ہے اور اللہ انہیں باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں  
رواں دواں ہوں گی وہ ہمیشہ انہی میں رہیں گے، اللہ ان سے  
راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہی لوگ اللہ کی جماعت ہیں، سنتا ہے  
جو اللہ کی جماعت ہے وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔“ (المجادلہ ۲۲)

کتاب اللہ نے شامین رسول اور مخالفین انبیاء کو ذلیل ترین مخلوق قرار دیا۔

ارشاد باری ہے:

ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولئک فی الذلین  
”بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں



وہ سب لوگ انتہائی ذلیل لوگوں میں ہیں۔“ (المجادلہ ۲۰)  
 وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کو دکھ اور ایذا دیتے ہیں ان کے بارے میں  
 قرآن مجید نے فرمایا:

ان الذين يؤء ذون الله و رسوله لعنهم الله فى الدنيا  
 و لاخرة و اعد لهم عذابا مهينا  
 ”بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں  
 اللہ بھی انہیں دنیا اور آخرت میں اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے اور  
 اس نے ایسے لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

(الاحزاب ۵۷)

اس آیت کی تشریح میں جمہور مفسرین نے یہ بات نقل کی ہے۔  
 مدینہ میں کچھ اوباش آوارہ صفت، بد مزاج اور منافقین شامتین  
 حضور ﷺ کے گھر والوں کے لئے تشبیہ بکتے۔ گھر انہ رسول کی توہین کرتے،  
 افواہیں پھیلاتے، دکھ دینے والی باتیں کرتے۔ قرآن حکیم نے انہیں ملعون کہا اور  
 صاف واشگاف اعلان کر دیا۔ یہ دھتکارے ہوئے ملعون لوگ جہاں ملیں  
 گرفتار کر لیے جائیں اور انہیں قتل کر دیا جائے۔ اس گینگ کا سرغنہ کعب بن اشرف  
 تھا۔ حضور ﷺ نے مسجد نبوی میں اعلان فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو مجھے کعب بن  
 اشرف کے بارے میں سکون دے۔ محمد بن مسلمہ نے اجازت چاہی کہ اسے آئینہ میں  
 اتارنے کے لئے مجھے کچھ کمزور باتیں کرنے کی بھی اجازت دی جائے۔ بارگاہ نبوت  
 سے اجازت ملی اب اگلا ماجرا بخاری کی روایت کردہ حدیث میں تفصیلاً ملاحظہ ہو۔ امام  
 بخاری نے اپنی جامع کی دوسری جلد میں صفحہ پانچ سو چھتر پر یہ حدیث بیان کی۔

حدثنا على بن عبد الله قال حدثنا سفين قال عمرو

سمعت جابر بن عبد الله يقول قال رسول الله ﷺ  
 من لكعب بن الا شرف فانه قد اذى الله ورسوله  
 فقام محمد بن مسلمة قال يا رسول الله اتحب ان  
 اقتله قال نعم قال فاذن لي ان اقول شيئا قال قل فاتاه  
 محمد بن مسلمة فقال ان هذا الرجل قد سالنا  
 صدقة وانه قد عنا نا واني قد اتيك استسلفك قال  
 وايضا والله لتملنه قال انا قد اتبعناه فلا نحب ان  
 ندعه حتى ننظر الى اى شئ يصير شأنه وقد اردنا ان  
 تسلفنا وسقا او وسقين وحدثنا غير مرة فلم يذكر وسقا  
 او وسقين فقلت له فيه وسقا او وسقين فقال ارى فيه  
 وسقا او وسقين فقال نعم ارهنوني قالوا اى شئ  
 تريد قال ارهنوني نساء كم قالوا كيف  
 نرهنك نساء نا وانت اجمل العرب قال  
 فارهنوني ابنا كم قالوا كيف نرهنك ابنا نا فيسب  
 احدهم فقال رهن بوسق او وسقين هذا عار علينا  
 ولكنا نرهنك الامة قال سفين يعنى السلاح  
 فواعده ان ياتيه فجاءه ليلا ومعه ابو  
 نائلة وهوا اخو كعب من الرضا عة فدعاهم الى  
 الحصن فنزل اليهم فقالت له امراته اين تخرج هذه  
 الساعة فقال انما هو محمد بن مسلمة واخى ابو  
 نائلة وقال غير عمر وقالت اسمع صوتا كانه يقطر منه

الدم قال انما هو اخي محمد بن مسلمة و  
رضيعي ابو نائلة ان الكريم لو دعى الى طعنة بليل  
لا جاب قال ويدخل محمد بن مسلمة معه برجلين  
قيل لسفين سماهم عمر و قال سمه بعضهم قال عمر  
وجاء معه برجلين فقال اذا جاء و قال غير عمر و  
ابو عبس بن جبر والحارث بن اوس و عباد بن بشر  
قال عمر و جاء معه برجلين فقال اذا جاء  
فاني قائل بشعره فاشمه فاذا رايتموني استمكنت  
من راسه فدو نكم فاضربوه و قال مرة ثم اشمكم  
فنزل اليهم متوشحا وهو نفح مندريح الطيب فقال  
ما رايت كاليوم ريحا اى اطيب و قال غير عمرو  
وقال عندي اعطر سيد العرب واكمل العرب قال  
عمر و فقال تاذن لى ان اشم راسك قال نعم فشمه  
ثم اشم اصحابه ثم قال اذن لى قال نعم فلما استمكن  
منه قال دونكم فقتلوه ثم اتوا النبي ﷺ فاخبروه  
رسول محتشم ﷺ نے فرمایا:

کعب بن اشرف کا ذمہ کون لیتا ہے اس نے اللہ اور اس کے  
رسول کو ایذا دی ہے۔ محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور عرض کی  
آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں آپ نے فرمایا:  
”جی ہاں“ محمد بن مسلمہ نے کہا پھر آپ مجھے اجازت مرحمت  
فرمادیں کہ میں اسے کچھ تعریضی کلمات کہہ سکوں۔ رسول



اللہ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کے پاس گئے اور کہا یہ محمد ﷺ ہم سے صدقہ طلب کر رہے ہیں انہوں نے ہمیں تنگ کر رکھا ہے میں تجھ سے مقرر میعاد پر سودا کرنے آیا ہوں۔ کعب بن اشرف نے کہا آپ لوگ محمد سے ضرور کبیہہ ہوں گے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا ہم نے ان کی اطاعت کی ہے لیکن اب چاہتے ہیں کہ چھوڑ دیں دیکھتے ہیں ان کی دعوت کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تو ایک یا دو سبق پر سودا ادھار دے۔ کعب بن اشرف نے کہا کہ دے دوں گا لیکن اس شرط پر کہ تم اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھ دو جو بآ کہا گیا کہ عورتیں تمہارے پاس کس طرح رہن رکھی جاسکتی ہیں فتنہ کا ڈر ہے اس لئے کہ تو عربوں میں حسین شخص ہے، پھر کعب بن اشرف نے کہا کہ بیٹے رہن رکھ دو کہا گیا کہ تو اگر انہیں گالی دے گا تو یہ چیز باعث عار ہوگی لیکن اگر تم قبول کرو تو تم ہم اسلحہ رہن رکھ سکتے ہیں اس طرح سودا مکمل کرنے کے لئے محمد بن مسلمہ نے کعب کو رات کے وقت بلا لیا۔ جب وہ قلعہ سے اتر کر ان کے پاس آیا تو محمد بن مسلمہ اور کعب کے رضاعی بھائی ابونا مکہ نے اسے ٹھکانے لگا دیا۔ کعب بن اشرف کا قتل حضور ﷺ کی گستاخی کی سزا تھی (تلخیص)

گستاخ رسول ﷺ کی سزا پر امام بخاری کی روایت کردہ ایک دوسری

حدیث ملاحظہ ہو۔ اس حدیث کو حضرت برآ بن عازب نے روایت کیا۔

عن ابی اسحق عن البراء قال بعث رسول اللہ ﷺ الی

ابي رافع اليهودى رجلا من الانصار وامر عليهم  
 عبد الله بن عتيك وكان ابو رافع يوذى رسول  
 الله ﷺ ويعين عليه وكان فى حصن له بارض  
 الحجاز فلما دنوا منه وقد غربت الشمس وراح  
 الناس بسرحتهم وقال عبد الله لا صحابه  
 اجلسوا مكانكم فانى منطلق ومتلطف للبواب لعلنى  
 ان ادخل فاقبل حتى دنا من الباب ثما تقنع بثوبه كانه  
 يقضى حاجة وقد دخل الناس وهتف به البواب يا  
 عبدا لله ان كنت تريد ان تدخل فادخل فانى اريد  
 ان اغلق الباب فدخلت فكمنت فلما دخل الناس  
 اغلق الباب ثم علق الاغاليق على ود قال فقمت الى  
 الاقاليد فاخذتها ففتحت الباب وكان ابو رافع  
 يسمر عنده فكان فى علالى له فلما ذهب عنه اهل  
 سمره صعدت اليه فجعلت كلما فتحت بابا اغلقت  
 على من داخل قلت ان القوم لو نذروا بى لم يخلصوا  
 اليحتى اقتله فانتهيت اليه فاذا هو فى بيت مظلّم  
 وسط عياله لا ادرى اين هو من البيت قلت ابا رافع  
 قال من هذا فاهويت نحو الصوت فاضربه ضربة  
 بالسيف وانا دهش فما اغنيت شيأ وصاح فخرجت  
 من البيت فامكث غير بعيد ثم دخلت اليه فقلت ما  
 هذا الصوت يا ابا رافع فقال لأ مك الويل ان رجلا فى

البيت ضربني قبل با لسيف قال فا ضربه ضربة  
 اثخنه ولم اقله ثم وضعت ضبيب السيف في بطنه  
 حتى اخذ في ظهره فعرفت اني قتلته فجعلت افتح  
 الابواب با با بابا حتى انتهيت الى درجة له فوضعت  
 رجلى وانا ارى اني قد انتهيت الى الارض فوقع  
 في ليلة مقمرة فانكسرت ساقي فعصبتها بعمامة ثم  
 انطلقت حتى جلست على الباب فقلت لا اخرج  
 اليلة حق اعلم اقلته فلما صاح الديك قام  
 الناعى على السور فقال انعى ابا رافع تا جر اهل  
 الحجاز فانطلقت اصحابي فقلت النجاء فقد قتل  
 الله ابا رافع فانتهيت الى النبي ﷺ فحدثته فقال  
 ابسط رجلك فبسطت رجلى فمسحها فكا نما لم  
 اشتكها قط۔

حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے (کچھ  
 حضرات کو) جو انصار تھے ابو رافع یہودی کی طرف بھیجا ان لوگوں  
 کا قائد حضرت عبداللہ بن عتیک کو بنایا یہ ابو رافع نبی علیہ السلام کو  
 ایذا دیتا تھا اور آپ کے خلاف لوگوں کی مدد کیا کرتا تھا وہ سرزمین  
 حجاز کے اپنے ایک قلعے میں رہتا تھا، جب وہ گروہ قلعہ کے  
 قریب گیا تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے ٹھکانوں پر  
 واپس آ رہے تھے، اب عبداللہؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم  
 حضرات اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ میں چلتا ہوں۔ دربان کو نرم کرنے

کی کوشش کروں گا شاید میں اس طرح قلعے میں داخل ہو جاؤں۔ وہ آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ دروازے کے قریب پہنچ گئے پھر انہوں نے چادر لپیٹ لی گویا وہ رفع حاجت کر رہے ہیں، لوگ قلعے میں داخل ہو گئے۔ دربان نے پکارا اے اللہ کے بندے! تو اندر داخل ہو کیونکہ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں، اب میں (عبداللہ بن عتیک) اندر چلا گیا، میں چھپ گیا جب سب لوگ اندر آ گئے تو اس (دربان) نے دروازہ بند کر دیا پھر اس نے چابیاں اندر ایک میخ پر لٹکا دیں وہ اپنے ایک بالا خانے میں تھا جب اس کے پاس سے قصہ گو چلے گئے اب میں اوپر چڑھا میں جو دروازہ بھی کھولتا اندر سے اسے بند کر کے آگے بڑھتا تھا تا کہ اگر لوگوں کو پتہ بھی چل جائے تو مجھ تک نہ پہنچ پائیں تا کہ میں اسے قتل کر سکوں میں اب اس تک پہنچ گیا وہ ایک تاریک گھر (کمرہ) میں اپنے اہل خانہ کے درمیان سو رہا تھا مجھے پتہ چل رہا تھا کہ وہ کس حصے میں ہے، میں نے پکارا اے ابورافع! اس نے کہا یہ کون ہے؟ میں آواز کی طرف لپکا اور اسے تلوار کی ایک ضرب لگائی مجھ پر دہشت طاری تھی یہ ضرب کافی نہیں تھی، وہ چلایا میں کمرے سے نکل گیا میں کچھ فاصلے پر رک گیا پھر اندر داخل ہو کر کہا اے ابورافع! یہ آواز کیا تھی وہ بولا تیری ماں مرے (اس نے اب اسے کوئی اپنا محافظ سمجھا ہو گا) ابھی ایک شخص نے کمرے میں مجھے تلوار ماری ہے، فرماتے ہیں پھر میں نے اسے شدید زخم بھری تلوار ماری مگر وہ تاحال مرا نہیں

تھا پھر میں نے تلوار کا کنارہ اس کے پیٹ میں اتار دیا تلوار پشت کی طرف سے نکل گئی مجھے یقین ہو گیا کہ وہ مر گیا ہے۔ میں ایک ایک دروازہ کھول کر باہر نکل کر ایک سیڑھی سے اترائیں نے سمجھا کہ میں زمین پر پہنچ گیا ہوں مگر میں تو چاندنی رات میں گر چکا تھا میری پنڈلی ٹوٹ گئی میں نے پگڑی سے اسے باندھ دیا پھر چل کر میں گیٹ پر آ کر بیٹھ گیا اور اپنے طور پر کہا کہ میں رات کو باہر نہیں نکلوں گا جب تک مجھے پتہ نہ چل جائے کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے، جب (سحری کو) مرغ چلایا تو موت کی خبر دینے والا قلعے کی دیوار پر آیا اور کہا میں اہل حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کی خبر دے رہا ہوں۔ اب میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہا نجات ہو گئی اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو ماردیا۔ اب میں سید کل علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا سارا واقعہ آپ کو سنایا آپ نے فرمایا پاؤں پھیلا دے میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا آپ نے اس پر (ہاتھ مبارک) پھیرا ایسا معلوم ہوا کہ اسے کبھی کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔

عبداللہ ابن اخطل نبی کریم ﷺ کی ہجو کرتا تھا اور اس کی دو لونڈیاں بھی حضور ﷺ کی گستاخی کرتی تھیں فتح مکہ کے بعد جب وہ غلاف کعبہ میں چھپا ہوا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اسے قتل کر دو کیوں نہ یہ کعبے کے پردے میں پناہ لیے ہو۔ ایک شخص بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ آپ کی گستاخی کیا کرتا تھا میں نے اسے قتل کر دیا۔ یہ بات آپ پر گراں نہ گذری اور اس طرح اس کا خون ہدر رہا یہ روایت ابن قانع کی ہے۔



ہارون الرشید نے حضرت امام مالک سے مسئلہ پوچھا گستاخ رسول کی سزا کیا کوڑے سے مارنا کافی نہیں اس پر حضرت امام نے فرمایا:  
اے امیر المؤمنین!

گستاخ رسول گستاخی کے بعد بھی زندہ رہے تو پھر امت کو زندہ رہنے کا حق نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے گستاخ کو فی الفور گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے۔

ردالمختار میں امام محمد بن یحیٰی کی روایت ہے۔

تمام علماء کا اس پر اجماع ہے حضور ﷺ کو گالی دینے والا آپ کی شان میں کمی کرنے والا کافر ہے اور تمام امت کے نزدیک وہ واجب القتل ہے۔ (ردالمختار جلد سوم ص 400)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت محمد ﷺ کے دور میں ایک امام جس کا نام عبد اللہ بن نواح تھا قرآن کی آیات کا مذاق اڑایا اور مغایم کے رد و بدل سے یہ الفاظ کہے:

”قسم ہے آٹا پیسنے والی عورتوں کی جو اچھی طرح گوندھتی ہیں پھر روٹی پکاتی ہیں پھر خرید بناتی ہیں پھر خوب لقمے لیتی ہیں۔“  
اس پر حضرت نے اسے قتل کا حکم سنایا اور لمحہ بھر بھی تاخیر نہ فرمائی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ باب ارتداد)

حضرت عمر بن عبد العزیز کے تاریخی الفاظ ملاحظہ ہوں:

”جو شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں گستاخی کرے اس کا خون حلال اور مباح ہے۔“

اس جملے کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے عدالتی کارروائی ہو تو فہم

ورنہ پورا معاشرہ سستی اور کوتاہی پر مجرم ہوگا۔ ان ہی خیالات کا اظہار بارہا پنجاب ہائی کورٹ کے معزز جج میاں نذیر اختر فرما چکے ہیں۔

اب سنیے حضرت علی المرتضیٰؑ کے بارے میں آپ نے ایک موقع پر شامین دین و رسول کو قتل کرنے کے بعد جلا دینے کا حکم صادر فرمایا یہ روایت بھی بخاری کی ہے۔

حضرت امام حسینؑ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں میرے والد گرامی کہتے تھے:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کسی نبی کو سب کرے اسے قتل کر دو اور جو کسی صحابی کو برا بھلا کہے اسے کوڑے مارو۔

الاشباہ والنظائر میں ہے:

”کافر اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے لیکن اس کا فرکی توبہ قبول نہیں جو نبی کریم ﷺ کے حضور گستاخیاں کرتا ہے۔“

نسائی شریف کی حدیث ہے کہ ایک شخص نے ابو بکر صدیقؓ کو سب کیا آپ کے ایک عقیدت مند نے اجازت چاہی کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حق صرف حضرت محمد ﷺ کا ہے کہ انہیں بکواس کرنے والے کو قتل کر دیا جائے۔ (نسائی جلد دوم ص 170)

ابن ماجہ نے روایت کیا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے ایک مرتد کو قتل کی سزا دی اس پر فتح القدیر کا مؤلف لکھتا ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کے خلاف غلیظ زبان استعمال کرے اس کی گردن اڑادی جائے۔ (ابن ماجہ جلد ۲، ص ۱۸۲، بحوالہ طبرانی)

محدث عبدالرزاق روایت فرماتے ہیں:

”خالد بن ولیدؓ نے کچھ مرتدوں کو آگ میں جلا دیا۔ حضرت

عمرؓ نے عرض کی اے ابو بکرؓ آپ نے خالدؓ کو کھلا چھوڑ دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں اللہ کی تلوار کو نیام میں نہیں ڈال سکتا۔ (مصنف جلد پنجم، حدیث ۹۴۱۲)

سنن ابی داؤد کی حدیث ہے:

حدثنا عباد بن موسى الختلى حدثنا اسمعيل بن جعفر المدني عن اسراييل عن عثمان الشحام عن عكرمة قال حدثنا ابن عباس ان اعمى كانت له ام ولد تشتم النبي ﷺ وتقع فيه فينهاها فلا تنتهى ويزجرها فلا تنزجر قال فلما كانت ذات ليلة جعلت تقع فى النبي ﷺ وتشتمه فاخذ المغول فوضعه فى بطنها واتكأ عليها فقتلها فوقع بين رجلها طفل فلطخت ما هناك بالدم فلما اصبح ذكر ذلك للنبي ﷺ فجمع الناس فقال انشد الله رجلا فعل ما فعل لى عليه حق الا قام فقام الا عمى يتخطى الناس وهو يتزلزل حتى قعد بين يدى النبي ﷺ فقال يا رسول الله انا صاحبها كانت تشتمك وتقع فيك فانهاها فلا تنتهى وازجرها فلا تنزجرولى منها ابنان مثل اللؤلؤتين وكانت بى رفيقة فلما كان البارحة جعلت تشتمك وتقع فيك فاخذت المغول فوضعت فى بطنها واتكات عليها، حتى قتلتها فقال النبي ﷺ الا اشهدوا ان دمها هدر -

حضرت عکرمہ روایت کرتے ہیں کہ یہ بات ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتائی ایک اندھے کی ام ولد تھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بکتی تھی اور اسلام کے خلاف اعتراض کرتی تھی وہ نابینا شخص اس کو روکتا لیکن وہ باز نہ آتی۔ ڈانٹ ڈپٹ کے باوجود وہ اپنے ہنوت سے باز نہ آئی۔ ایک رات وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرنے لگی تو نابینا صحابی اٹھا اور خنجر لیا اس کے پیٹ میں اتار دیا اور اس عورت کو قتل کر دیا۔ صبح صبح یہ واقعہ رحمت عالم کو سنایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے جس آدمی نے ایسا کیا ہے اس پر میرا حق ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ وہ شخص لڑکھڑاتے ہوئے آگے بڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور تسلیم کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس عورت کا قاتل ہوں یہ آپ کو گالیاں دیا کرتی تھی اور اسلام پر اعتراض کیا کرتی تھی پس میں نے گزشتہ رات خنجر سے اسے قتل کر دیا حالانکہ میرے اس سے موتیوں جیسے دو بیٹے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”سنو! سنو! تم سب گواہ ہو کہ اس کا خون ہدر ہے۔“ (تلخیص)

اس حدیث میں غور و فکر کے لئے کافی مواد موجود ہے کہ اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ماورائے عدالت اس عورت کو قتل کیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو ہدر قرار دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو شہر نور میں ایک بوڑھا جس کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور نام اس کا ابو عصفک تھا انتہائی دشمنی کا اظہار کیا لوگوں کو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھڑکاتا، نظمیں لکھتا جن میں اپنی بد باطنی کا اظہار کرتا۔ جب حارث بن سوید کو موت کی سزا سنائی گئی تو اس ملعون نے ایک نظم لکھی جس میں

حضور ﷺ کو گالیاں بکسیں۔ حضور ﷺ نے جب اس کی گستاخیاں سنیں تو فرمایا:  
 ”تم میں سے کون ہے جو اس غلیظ اور بد کردار آدمی کو ختم کر دے۔“

سالم بن عمیر نے اپنی خدمات پیش کیں وہ ابو عصفک کے پاس گیا دریاں  
 حالاں کہ وہ سورہا تھا۔ سالم نے اس کے جگر میں تلوار زور سے کھسک دی۔ ابو عصفک چیخا  
 اور آنجمانی ہو گیا۔ (سیر ابن ہشام، جلد دوم، ص 868)

حورث بن نقیض رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیا کرتا ایک بار حضرت  
 عباس رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ جا رہے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام مکتوم رضی  
 اللہ عنہا مدینہ جانے کے لئے ان کے ساتھ نکلیں۔ ظالم حورث نے سواری کو اس طرح  
 ایڑھ لگائی کہ دونوں شہزادیاں سواری سے گر گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے موت کی سزا  
 سنائی۔ فتح مکہ کے موقع پر حورث نے خود کو ایک مکان میں بند کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے  
 اسے تلاش کر لیا اور اپنے آقا ﷺ کے حکم پر اسے قتل کر دیا۔

بخاری شریف کی روایت ہے معاویہ بن مغیرہ نامی ایک گستاخ کو رسول  
 اللہ ﷺ نے گرفتار کروا لیا اور فرمایا:

”ایک سچا مسلمان ایک ہی سانپ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا

اے معاویہ بن مغیرہ!

تم اب کسی صورت میں بھی واپس نہیں جاسکتے

پھر فرمایا:

اے زبیر! اے عاصم اس کا سر قلم کر دو۔“

فتاویٰ بزاز یہ میں ہے اور یہ حنفی فقہ کی معروف کتاب ہے۔

جب کوئی شخص حضور ﷺ یا انبیاء میں سے کسی بھی نبی کی توہین کرے اس

کی شرعی سزا قتل ہے اور اس کی توبہ یقیناً قبول نہیں ہوگی۔



فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ منسوب کسی چیز میں عیب نکالنے والا شخص کافر اور واجب القتل ہوگا۔ جیسے کسی شخص نے حضور ﷺ کے بال مبارک کے بارے میں تصغیر کا صیغہ استعمال کر کے تنقیص کی۔

علامہ جصاص رازی لکھتے ہیں:

مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے والا جو شخص حضور ﷺ کی ذات پاک کے خلاف بے ادبی کی جسارت کرے وہ مرتد ہے اور قتل کا مستحق ہے۔ (احکام القرآن)

عالمگیری میں ہے کہ جو شخص کہے حضور ﷺ کی چادر یا بٹن میلا کچلا ہے اور اس قول سے مقصود عیب لگانا ہو اس شخص کو قتل کر دیا جائے گا۔

علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں اگر کسی شخص نے کسی شخص کے علم کو حضور ﷺ کے علم سے زیادہ جانا اس نے توہین کی اس لیے وہ واجب القتل ٹھہرا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں:

وبلع المهاجر بن ابی امیة أمير اليمن الأبی بکر ؓ

امرأة هناك في الردة غنت بسب النبي ﷺ فقطع يدها

ونزع ثنيها، فقال لو لا ما فعلت لا مرتك بقتلها

”یمن کے گورنر مہاجر بن امیہ نے حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو

اطلاع دی وہاں ایک عورت مرتد ہو گئی اس نے حضور ﷺ کی

شان میں گستاخی والا گیت گایا۔ گورنر نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا اور

سامنے والے دو دانت توڑ دیے۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو پتہ

چلا تو آپ نے فرمایا اگر تو فیصلہ کر کے عمل نہ کرا چکا ہوتا تو میں اس

عورت کے قتل کرنے کا حکم صادر کرتا اس لیے کہ نبیوں کے گستاخ

قابل معافی نہیں ہوتے۔“ (شفا جلد دوم 222)

حضور ﷺ کے گستاخ کی سزا یہی ہے کہ وہ واجب القتل ہے۔ اس کی توبہ قبول نہیں چاروں مسالک یہی ہیں۔

علامہ زین الدین ابن نجیم البحر الرائق میں ارشاد فرماتے ہیں حضور ﷺ کو سب و شتم کرنے والے کی سزا قتل ہے اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں امت اس بات پر مجتمع ہے کہ کسی بھی نبی کی بے ادبی کفر ہے اور شاتم واجب القتل ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس حقیقت سے کسی نے انکار کیا ہو۔

مبسوط میں امام سرحسی فرماتے ہیں نبیوں کو گالی دینے والے کو قتل کیا جائے گا اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں ہوگا۔

امام سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں سفیان ہذلی کے بارے میں یہ روایت لکھی کہ حضور ﷺ نے اس گستاخ کی نشاندہی خود فرمائی اور کہا کہ اس وقت وہ وادی نخلہ یا وادی عرنہ میں ہے۔ تم جاؤ اور اسے قتل کرو۔ رسول ﷺ نے عبد اللہ بن انیس کو اپنا عصا مبارک بطور انعام عطا فرمایا۔ (خصائص الکبریٰ: سیوطی۔ جلد اول ص 325) حضور ﷺ نے اپنے ایک گستاخ کو قتل کرنے والے کو یہ انعام عطا فرمایا تمہیں کوئی فتنہ ضرر نہیں دے سکے گا۔

بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا حضور ﷺ کے خلاف کہنے والے کی سزا یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا فیصلہ قبول نہ کرنے والے منافق کی گردن اڑادی۔

نصوص قرآن اور احادیث مبیضہ کی روشنی میں قاضی عیاض شفا شریف میں لکھتے ہیں۔ وہ سب لوگ جو نبی ﷺ کی گستاخی کریں، سب و شتم کریں، عیب لگائیں یا

آپ کی پاک ذات نسب مبارک، آپ کے دین یا آپ کی کسی عادت میں نقص نکالیں، تعریض کریں یا بطور سب آپ کو کسی سے تشبیہ دیں، شان میں کمی کریں یا آپ کی ذات اقدس میں اعتراض کریں یہ سب باتیں سب و شتم ہیں ان کے مرتکب کو قتل کیا جائے گا۔ (شفا شریف۔ جلد دوم ص 217)

ابن حاتم طلیعی اندلسی نے ایک مناظرہ میں ازراہ استحقاق حضور ﷺ کو علی المرتضیٰ کا سرکہہ کر آپ کے زہد کو احتیاج کی بنا پر مجبوری قرار دیا تو اندلس کے تمام فقہاء نے اسے سولی پر لٹکانے کی سزا کا فتویٰ دیا۔

جسٹس میاں نذیر اختر اپنے ایک مقالے میں گراں قدر خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”یہ مسلمہ قانون ہے کہ توہین رسالت کی سزا موت ہے۔ عہد نبوی اور دورِ صحابہ میں بہت سے مجرموں کو اس جرم میں سزا دی گئی۔ برطانوی اور مغلیہ دور میں بھی توہین رسالت کے مرتکب افراد کو موت کی سزا دی گئی اور کبھی حکومتی سطح پر قانون پر عمل نہ ہو سکا تو مسلمان غازی علم الدین کی پیروی کرتے ہوئے خود ہی توہین رسالت کے مرتکب افراد کو سزا دیتے رہے گویا اس قانون پر امت متفق ہے اس میں کوئی ابہام نہیں ہے۔“

(تقریر ایوان اقبال و سنی سیکرٹریٹ)

جسٹس میاں نذیر اختر کے یہ الفاظ مزید غور و فکر کا تقاضا کرتے ہیں۔ یہ قانون چودہ صدیوں سے مسلمانوں کے قلوب پر نقش ہے اگر سزا ختم کی گئی تو فرق یہ پڑے گا کہ غازی علم الدین کی طرح عشاق سزائیں خود نافذ کر لیں گے۔

سرکار کی عظمت ہے ہمیں سب سے مقدم  
پیغام یہ کفار کو سب مل کے سنائیں  
جو کوئی بھی مجرم ہے توہین رسالت کا  
عبرت کی اسے تصویر بنائیں  
زندہ ہیں ابھی عالم اسلام کی مائیں

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے ایک موقع پر کسی نے سوال کیا کہ حضور ﷺ کی طرف ایک مقرر نے تکبر کی نسبت کی اس پر آپ نے جواب دیا یہ صریح کفر ہے۔ ایسے شخص کا ایمان جاتا رہا۔ اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی۔ مسلمانوں کا اس سے سلام کلام حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑے تو اسے پوچھنا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اسے غسل و کفن دینا حرام، مرنے کے بعد اسے کوئی ثواب پہنچانا حرام بلکہ اس کے کفر پر مطلع ہو کر جو اسے مسلمان سمجھتا رہا اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کرے بلکہ اسکے کفر میں شک بھی کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ ص ۶۴۶)

تاریخ بغداد میں یہ روایت موجود ہے:

حضور ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ کو گالی مت دو اس لیے کہ آخر زماں ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو میرے صحابہ کو گالی دے گی اگر وہ بیمار ہو جائیں تو بیمار پر سی نہ کرنا اور اگر وہ مرجائیں تو ان پر نماز جنازہ نہ پڑھنا۔ ان سے نکاح کے رشتے نہ قائم کرنا۔ انہیں وراثت میں حصہ نہ دینا اور انہیں سلام بھی نہ دینا اور اس کے لیے دعائے رحمت بھی نہ کرنا۔ (تاریخ بغداد جلد 8 ص 139)

اس حدیث سے حضور ﷺ کی توہین کرنے والے کے لیے نرم دل رکھنے والے کا حکم آپ خود معلوم کر سکتے ہیں۔

اب میں چاہوں گا کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ C-295 کی طرف آؤں لیکن قبل اس کے کہ اس پر تشریحاتی گفتگو کی جائے اس پر دی گئی ایک توضیح ملاحظہ ہو۔

"The text of 295-C PPC which provides for the death penalty or life imprisonment for blasphemy. In 1992, by order of the Federal Shariat Court, 295-C PPC was amended to make death the only possible penalty for blasphemy. The National Assembly did not amend the PPC or appeal the decision of the Court in the time allowed by the decision. By order of the Court, failure to amend or appeal the decision in the allotted time resulted in the allowance for life imprisonment to be deemed struck. While the wording has not changed, death is now the mandatory penalty".

مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ C-295 تو بین رسالت پر عمر قید یا سزائے موت دیتی ہے۔ 1992 میں وفاقی شرعی عدالت کے حکم کے ذریعے C-295 میں تو بین رسالت کی سزا کے طور پر صرف موت ہی کو ممکنہ سزا بنانے کی ترمیم کر دی گئی۔ قومی اسمبلی نے عدالت کی جانب سے مقررہ معیار میں نہ تو قانون میں ترمیم کی اور نہ ہی عدالتی فیصلے کے خلاف اپیل کی گئی۔ عدالتی حکم کے مطابق دیئے گئے وقت میں ترمیم یا اپیل نہ کرنے کی صورت میں نتیجہ عمر قید کی سزا خود بخود کا عدم متصور ہوگی باوجودیکہ عبارت



میں تبدیلی نہیں کی گئی۔ اب موت ہی لازمی سزا ہے۔

(مجموعہ تعزیرات پاکستان توضیحی نوٹ C-295)

اس وضاحت کے بعد یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی کہ یہ قانون انسانی ذہن کی پیداوار نہیں اور یہ خیرات میں بھی نہیں دیا گیا۔ اس قانون کے عقب میں اسلامی تحریکات کے اربوں جذبے، قربانیاں اور شہادتیں موجود ہیں جن کے نتیجے میں قرآن و سنت کا نفوذ شرعی عدالت کے ذریعے عمل میں آیا ہے اور آئینی سطح پر اس کی توثیق کی گئی۔ اب یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہیے کہ توہین رسالت کی سزا قتل صرف آئین پاکستان کی تجویز نہیں بلکہ یہ کتاب و سنت کا سپریم لاء جس کا انکار کفر ہے۔ اسے کالا قانون کہنا رسالت مآب ﷺ کی توہین ہے۔ اسے دقیا نو سیت سے تعبیر کرنا جہالت ہے۔ اسے بدلنے کی کوشش احکام رسالت سے بغاوت ہے اور اسے غیر موزوں، غیر صحیح اور نامناسب کہنا مغرب پرستی ہے۔ وہ شخص جو خواہ مخواہ اس میں کیڑے نکالے گا وہ ریاست کا دشمن اور شرعی عدالت کی توہین کا مجرم ٹھہرے گا۔ اس پر دینی حلقے اگر جذباتی ہیں تو وہ C-295 کے الفاظ کے لئے نہیں، قرآن و حدیث کے سینکڑوں شواہد پر جان چھڑکنے کے لئے تیار ہیں اور یہ باتیں اگر کسی کو پسند نہیں تو اس کا کیا کیا جاسکتا ہے۔

یہ بات درست ہے کہ سوچنا، سمجھنا اور فیصلہ کرنا انسان کا حق ہے مگر سچائی کو قبول کرنا اس کا فرض ہے۔ مغربی استعمار کی سوچوں کا رخ اپنا ہے لیکن مسلمان اپنی مدنی سوچوں اور افکار کو کسی کی غلامی کی بھینٹ نہیں چڑھا سکتے اور یہ بھی صحیح ہے کہ انسان کو صیاد نہیں ہونا چاہیے جو جان و جسم، مال و اسباب اور انسانی وقار کو خواہشات کو نشانہ بنائے لیکن وقار و احترام کے محور انبیاء اور مرسلین کی عزت اور ناموس کو نشانہ بنانے کی وحشت کی اجازت بھی نہیں دی جاسکتی۔ روشن خیالات کے نام پر انسانی زندگی کے سمندر میں حضور ﷺ ہی نہیں تمام انبیاء کے ناموس کو مقدس جاننے والی

چھوٹی مچھلیاں بڑے وحشی ناگوں کی خوراک نہیں بن سکتیں۔

پروفیسر لاسکی کا کہنا ہے آزادی اس فضا کا نام جسے حقوق پیدا کرتے ہیں۔ اس حوالے سے ممالک کے اندر دو قسم کے قوانین اس وقت رائج ہیں ”پبلک لاء“ جس کی پابندی سے طاقتور عناصر فرد کی آزادی میں مداخلت سے باز رہتے ہیں دوسرا ”پرائیویٹ لاء“ جس کی رو سے ریاست کے باشندے ایک دوسرے کی آزادی میں مداخلت نہیں کرتے اسلامی ریاست کا قانونی مزاج یہی ہے لیکن اسلام اہل قانون ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور حضور ﷺ کی ذات پر بحث نہیں کی جاسکتی اللہ تعالیٰ کا منزہ عن العیوب ہونا اور حضور ﷺ نہ صرف آپ بلکہ تمام انبیاء معصوم عن الخطاء ہونا تسلیم کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی نقص و عیب کی طرف بڑھے تو اس کا یہ اقدام اس کے اسلام کی چادر کو پھاڑ دیتا ہے۔ اگر کسی معاشرے میں کوئی شخص حضور ﷺ کی توہین کرتا ہے تو پورا معاشرہ ایک دورا ہے پر کھڑا ہوتا ہے یا وہ اسلام، اسلام کی اعلیٰ اقدار، روشن تاریخ، فقہاء کے عدالتی فیصلے، عصمت انبیاء اور اپنے ایمان کے ساتھ چلنا اختیار کرے یا وہ اپنے اسلام سے دستکش ہو جائے دوسری صورت ناممکن، قطعی مشکل، از بس دشوار ہے۔ یہ ہے وہ وجہ کہ اسلامی معاشرے میں گستاخ رسول، رسول کے دامن پر حملہ کر کے عزت نہیں پاسکتا۔ اس گھناؤنے فعل کے ارتکاب کے بعد اس کا جنازہ پڑھنا، اس سے تعلق رکھنا چہ معنی دارد۔ گل سڑ جانے والا عضو بدن بھی جسم سے جدا کر دینا ناگزیر ہوتا ہے۔

مغرب کے روشن خیال لوگوں کی خدمت میں بھی ہم گزارش کریں گے کہ وہ تورات اور انجیل ہی کا مطالعہ کر لیں۔ کتاب مقدس ص 198 احبار باب 24 آیت 10 تا 17 میں لکھا ہے:

”یہ واقعہ ہے کہ دہری کی بیٹی سلومیت کے بیٹے نے پاک نام پر

کفر بکا اور لعنت کی اسے حوالات میں ڈال دیا گیا تا کہ اللہ فیصلہ فرمائے اب موسیٰ کی طرف سے حکم ملا اس لعنت کرنے والے کو لشکر گاہ کے باہر نکال کر لے جا اور جنتوں نے اسے لعنت کرتے سنا وہ سب اپنے اپنے ہاتھ اس کے سر پر رکھیں اور ساری جماعت اسے سنگسار کر دے۔“

سلاطین باب اکیس میں ہے:

”اللہ اور بادشاہ کی توہین کرنے والے کی سزا سزائے موت ہے۔ دو آدمیوں کو اس مجرم کے سامنے کر دو کہ وہ اس کے خلاف گواہی دیں تو نے خدا پر اور بادشاہ پر لعنت کی ہے پھر اسے باہر لے جا کر سنگسار کر دو تا کہ وہ مر جائے۔“

بات اصل میں یہ ہے کہ کسی جرم پر مجرم کو سزا دینا اس لئے ضروری سمجھا جاتا ہے کہ یہ عمل اس شخص کی سوزش قلبی کا علاج ہو جس پر جرم کے ارتکاب سے زیادتی کی گئی ہے۔ جدید قوانین نے بھی اپنی توجہ اس طرف پھیری ہے کہ وہ جرم جو اجتماعی ناموس کو مجروح کرنے والے ہوں ان کی سزا کڑی رکھی جائے تا کہ معاشرتی بگاڑ کا کلیہ ازالہ ہو جائے۔ وہ شخص جو توہین رسالت کرتا ہے وہ دراصل رسول کو ماننے والے ہر غلام رسول کے گھر میں داخل ہو کر گویا ڈکیتی کا ارتکاب کرتا ہے۔ وہ مفسد فی الارض ہوتا ہے اور یقیناً اس کی سزا قتل ہوتی ہے۔

پاکستان ایک آزاد مملکت ہے۔ اس کے آئین میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کی بات کی گئی ہے۔ یہ آزاد ریاست آئینی قدروں کے سائے میں پرسکون آگے بڑھ رہی تھی کہ ایک شیریں رحمن نامی عورت نے C-295 کے خلاف ترمیمی بل پیش کر کے معاشرتی پر امن اور پرسکون فضا کو درہم برہم کر دیا۔ بحیثیت رکن اسمبلی ان کو اندازہ کرنا

چاہئے تھا کہ ملک میں بسنے والے کروڑوں لوگ جس ہستی پر ایمان رکھتے ہیں اور انہیں آزاد شہری کی حیثیت سے تمام حقوق حاصل ہیں ان کے دل پر کیا گزری ہوگی۔ جلتی پر تیل سلمان تاثیر نامی ایک شخص کا سیاہ کروار ثابت ہوا۔ عدالت میں حضور ﷺ کی توہین کرنے والی آسیہ نامی ایک عورت کو آزادی دلوانے کے لئے تاثیر نے جس سیاہ کرتوت کا ارتکاب کیا۔ اپنی بیٹی اور بیوی کی معیت میں پاکستان کا عدالتی سسٹم تباہ کر کے ایک گستاخ رسول کا محسن بنا۔ نہ صرف محسن بنا بلکہ توہین رسالت کے قانون کو کالا قانون قرار دیا اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اپنی موت سے تین چار دن پہلے جو انٹرویو دیا اس میں اصرار، ڈھٹائی اور ضد کے ساتھ ایک بار پھر توہین رسالت پر تاریخی اعتبار سے جو فیصلے کتاب و سنت کی روشنی میں ہوئے اور مجرموں کو سزائے موت سنائی گئی ان کا مذاق اڑایا۔ شرعی عدالت کے فیصلے کو ناموزوں، غیر صحیح اور کالا قرار دیا۔ اس پر حملہ کر کے قتل کرنے والے ممتاز حسین قادری کا بیان ہے کہ صرف اتنا ہی نہیں یہ شخص اپنی عمومی زندگی میں بھی اسلام کا مذاق اڑاتا رہتا تھا۔ اسلام کا ایک عام طالب علم اگر تھوڑی دیر کے لئے سلمان تاثیر کی گورنری کا غلاف اتار دے اور غور و فکر کرے تو بات کو واضح کرنے کے لئے میں اسے کر بلا لے جاؤں گا۔ اور اس ماحول میں انسانی ضمیر سے فتویٰ لینا چاہوں گا کہ ایک ایسا شخص ہو جس نے ہندو عورت کے پیٹ سے بچے پیدا کئے ہوں۔ اس کا لخت جگر لکھتا ہو کہ میرا ابا سور کا گوشت حلال سمجھ کر کھاتا ہے اور اس کی بیٹی کہتی ہو کہ میرا والد نہ صرف یہ کہ ناموس رسالت کے قانون میں ترمیم چاہتا تھا بلکہ وہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیے جانے والی قانون کی شق کا بھی مخالف تھا اور وہ شراب بھی جائز سمجھ کر پیتا ہو اور دھت رہتا ہو اور اسے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہنے میں شرم محسوس نہ ہوتی ہو اور وہ مسلمان کا نکاح مشرکہ عورت سے جائز سمجھتا ہو اور نہ صرف جائز سمجھتا ہو بلکہ اس نے تجربہ عملی طور پر نبھایا ہو وہ توہین رسالت کے جرم پر

قتل کی سزا دینے کے شرعی قوانین کو کالا اور سیاہ قرار دیتا ہونہ صرف یہ بلکہ ایک مجرمہ شاتمہ بد کردار عورت کو رہائی دلوانے کی اپنی سی کوشش بھی کی ہو۔ جو قرآن حکیم ”الٹا“ پڑھنے کا دلدادہ ہو اور کتاب انقلاب قرآن حکیم کے بارے یہ کہتا ہو کہ ”میرے لئے قرآن میں کچھ بھی نہیں“۔ اب میں پوچھنا چاہوں گا کہ آپ اگر کر بلا میں حسین ﷺ کے پرچم تلے کھڑے ہو جائیں تو لگے گا یہ ساری صفات رکھنے والا یزید ہی ہو سکتا ہے۔ سلمان تاثیر کے بارے میں جو کچھ اس کے بیٹے نے لکھا اور جو کچھ انہوں نے خود بیان کیا وہ کافی ہے۔ ایسے عالم میں یہ کیسے ممکن تھا کہ پاکستان میں یزید کی شناخت غیر ممکن رہتی۔ تاثیر کے متعلق اس کے بیٹے آتش تاثیر کی گواہی ملاحظہ ہو:

"My father, who drank Scotch every evening, never fasted or prayed, even ate pork, and once said, 'It was only when I was in jail and all they gave me to read was the Koran--and I read it back to front several times that I realised there was nothing in it for me"  
(Stranger to History, Page # 21,22)

میرا خیال ہے علمائے اہل سنت کا فتویٰ پورے تدبر تاریخی مطالعہ عمیق تجزیے اور آئینی دائرے میں رہ کر دیا گیا ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ علمائے اہل سنت کو سلمان تاثیر کے خلاف سخت فتویٰ دینے کی بجائے C-295 کے تحت مقدمہ درج کروانا چاہئے تھا۔ یہ مشکل اپنی جگہ کہ کسی منصب پر فائز شخصیت کے خلاف مقدمہ دائر کرنا پاکستان میں کتنا مشکل اور کتنے مالی وسائل کا تقاضا کرتا ہے لیکن چلئے اس کو تھوڑی دیر کے لئے کوتاہی سمجھ لیا جائے تو بھی سپریم کورٹ جو اللہ کے فضل سے اتنی زیرک اور چابکدست ہے کہ اشیائے خورد و نوش کے نرخ میں اضافہ ہو جائے تو سوموٹو ایکشن لے لیتی ہے تعجب ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کے صریح اقدامات کے باوجود نہ



عدالت نے سو موٹو ایکشن لیا اور نہ ہی وزارت قانون نے خود مقدمہ درج کروایا، حالانکہ آئینی دفعات کے تحفظ کی ذمہ داری تو حکومت کی ہوتی ہے۔ اگر یہ ضروری ہے کہ فتویٰ دینے والے، مسجدوں میں جلسے کرنے والے، سڑکوں پر ریلیاں نکالنے والے لاکھوں کو شامل تفتیش کیا جائے تو کیا یہ ضروری نہیں کہ صدر، وزیر اعظم، شیریں رحمن، وزارتوں، اسمبلیوں اور عدالتوں میں بیٹھے ہوئے تمام افراد شامل تفتیش کر لئے جائیں کہ گستاخ گورنر چلو اس پر تھوڑی دیر کے لیے تسلیم کر لیتے ہیں کہ گستاخی کا محض الزام تھا مقدمہ قائم کرنے میں کیوں سستی کی گئی۔۔۔ جہاں تک ممتاز حسین قادری کا تعلق ہے اس کے ساتھ ہمارے تعلق کی بنیاد محض دین اسلام کا رشتہ ہے۔ دنیوی اعتبار سے تو ممتاز حسین قادری ہماری نسبت گورنر سے زیادہ قریب تھا۔ جیسے روشنی کو مٹھی میں بند نہیں کیا جاسکتا ایمان کو زنجیریں نہیں پہنائی جاسکتیں۔ ممتاز حسین قادری نے جو کچھ کیا اس پر ہم اگر جذباتی نہ بھی ہوں تو رحمان ملک نے جو کہا کہ میرے سامنے بھی اگر کوئی حضور ﷺ کی گستاخی کرے میں بھی اسے گولی مار دوں گا۔ تو جناب! رحمان ملک صاحب کا تو ممتاز حسین قادری سے کوئی تعلق نہیں۔ کچھریوں میں ممتاز حسین قادری کو چومنے والے سینکڑوں وکلاء علمائے اہل سنت کے فتوے پر تو اسے چوم نہیں رہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ جس ملک میں قانون کو ویران کرنے کی کوشش کی جائے، قادری ایسے لوگ خود بخود مختلف اقدامات کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

باقی رہا نماز جنازہ پڑھنا اس معاملے میں جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں جنازے مسلمانوں کے پڑھے جاتے ہیں، جنازے اللہ کو ماننے والوں کے پڑھے جاتے ہیں جنازے رسول معظم کو رسول جان کر ان کی عزت کرنے والوں کے پڑھے جاتے ہیں جنازے اسلام پر دل و جان سے یقین رکھنے والوں کے پڑھے جاتے ہیں بلاشبہ گناہ گار لوگوں کو بھی جنازوں

کے بغیر پھینک نہیں دیا جاتا لیکن وہ اپنی سرکشیوں پر ڈٹتے نہیں  
اللہ توبہ کرتے رہتے ہیں۔

نماز جنازہ تو دعا ہے، مومن کا اعزاز ہے مسلمان کے لیے تقریب  
وداع ہے جس میں اللہ کی کبریائی کا اظہار ہوتا ہے اور امام کے  
سامنے پڑی مسلمان کی میت کی آزر ہوتی ہے کہ مسلمان اسے  
دعائے مغفرت سے الوداع کرتے ہیں۔ جنازے کی نماز میں  
حضور ﷺ پر درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔ درود و سلام تو عاشقوں  
کا وظیفہ محبت ہے۔ قرآن حکیم میں درود والی آیت کے معاً بعد  
حضور ﷺ کو دکھ دینے والوں کو لعنتی کہا گیا ہے۔ سواصحاب  
لعنت پر نماز جنازہ کی خوشبوئیں کیسے چھڑکی جاسکتی ہیں۔ اے  
کاش! جتنے مسلمان تاثیر کے چاہنے والے ان کی نماز جنازہ کے  
لیے تڑپ رہے ہیں وہ خود بھی اس وقت کو یاد رکھ لیتے۔ تاثیر نے  
تو پنجاب یونیورسٹی میں توہین رسالت کے قانون پر اظہار ضد  
کرتے ہوئے ایک طالب علم جس نے آیت پڑھی تھی انا کفیناک  
المستہزئین ”نفاق کرنے والوں کے لئے ہم کافی ہیں“  
بڑے تکبر سے کہہ دیا تھا کہ میں مانتا ہوں وہی کافی ہے۔ ہمیں  
قانون توہین بنانے کی کیا ضرورت ہے پھر اللہ نے تاثیر کو بتا دیا  
کہ وہ کافی ہے۔

ایک بات ضروری سمجھتا ہوں کہ علماء کو منظور ہوگا عدالت ممتاز حسین قادری کو  
بیل آؤٹ کر کے سلیمان تاثیر کے گستاخانہ لفظوں کا جائزہ لے کہ وہ توہین رسالت بنتی  
ہے یا نہیں۔ اگر سلیمان تاثیر مجرم ثابت ہو جائے تو جنہوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ وہ

سب تو بہ کریں کہ گستاخ رسول کے ساتھ یہ عقیدت کیسی؟ اور یہ بھی کہ ممتاز حسین قادری کو بری کر دیا جائے یقیناً عدالتوں کے جج جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کی پسند کدو کے مقابلے میں کدو کو پسند نہ کرنے والے کو امام ابو یوسف نے کافر اور مرتد قرار دیا تھا۔ علماء کے نزدیک سلیمان تاثیر کا مجرم ہونا بھی مسلمہ ہے۔

یہ بھی کہہ دوں کہ فتویٰ تلوار نہیں، لڑائی نہیں، جھگڑا نہیں کسی کی حقوق تلفی نہیں یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے صادر ہونے والے احکام اور ہدایات کی ترسیل کا دوسرا نام ہے۔ فتویٰ نسل انسانی کو الوہی ہدایات کے معاملے میں احتیاط سکھانے کا منہاجِ قویم ہے۔ فتویٰ کتاب و سنت کو معیارِ زندگی قرار دینے کی جرأت ہے۔ صاحبِ فتویٰ دراصل عظمتوں کے ہمالہ پر فائز ہوتا ہے اس کے لئے مشکل ہوتا ہے کہ وہ رسولِ پیوستگی کے مقامِ محمود کو چھوڑ کر قعرِ مذلت میں جا گرے۔ فتویٰ چھری نہیں، چاقو نہیں، بندوق نہیں اور دھماکہ خیز مواد بھی نہیں لیکن علم و دانش اور عقل و بصیرت روایت و درایت اور آیات و احادیث کے تاریخی ریکارڈ کے ساتھ حق و حقیقت سے ملحق رہنے کا نام فتویٰ ہے۔ جماعتِ اہل سنت پاکستان کے پانچ سو مفتیان کرام صرف عددِ بیانی ہے ورنہ ہزاروں ائمہ اور مفتیان متین رسول کریم ﷺ کے گستاخ کے بارے میں نرمی کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ رہ گئے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے بعض بلکے تو ان سب کا معاملہ ہم اللہ پر چھوڑتے ہیں اور قارئین کو رسول کریم ﷺ کے ناموس کے معاملے میں اللہ یاد کرانے کے لئے قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اللہ کی کتاب میں ایک سورت سورہ لہب نام کی بھی اتری ہے جو ہمیں سکھاتی ہے کہ وہ رشتہ داریاں اور تعلق جن میں ایمان و عقیدہ نہ ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی مردانِ خدا ہمیشہ منحرف، جبار اور سرکش لوگوں کی بد تمیزیوں کے خلاف برسرِ پیکار رہتے ہیں کیوں نہ وہ لوگ ان کے رشتہ دار ہی ہوں۔ سورہ لہب اعلان کرتی ہے

ابولہب کے ہاتھ توڑ دیئے گئے ہیں۔ کفر، گستاخی اور بدی دریا کی جھاگ کی طرح ابھرتے ہیں لیکن ان کا منطقی انجام قعر مذلت ہوتا ہے۔ قرآن کریم کا یہ حصہ ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ گستاخوں کے ساتھ مداہنت برتنے کی تمام رسیاں کاٹ دی گئی ہیں۔

سورہ لہب گستاخ رسول ﷺ کے لئے ایک سنگین تعزیر بھی ہے اور عشق رسول ﷺ رکھنے والوں کے لئے درود و سلام کا ایک آہنگ بھی۔ آؤ سورہ لہب پڑھ کر اس بات کا اظہار کریں کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں کی جانے والی تمام گستاخیاں، بے باکیاں اور بدتمیزیاں قعر مذلت میں پٹخ دی گئی ہیں۔ اب ہم قرآن مجید کا یہ اعلانِ سمع و اطاعت کے جذبے سے سنتے ہیں کیوں نہ کوئی ملت فروش، چشمہ پوش اور شیدائے ناؤ نوش اس کو برا جانے۔

تبت یداً ابی لہب و تب ما اغنیٰ عنہ مالہ وما  
کسب سیصلیٰ ناراً ذات لہب وامرءۃ حمالۃ  
الحطب فی جیدھا جبل من مسد

ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں اور وہ ہلاک ہو ہی گیا۔ اسے اس کا مال کچھ کام نہ آیا اور نہ ہی وہ جو اس نے کمایا وہ جلد ہی اس آگ میں جا ملے گا جس کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور اس کی وہ بیوی بھی جو لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والی ہے۔ اس کے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہے۔

اے میرے الہ!

تو نے جیسے ابولہب کو گستاخیوں کی وجہ سے بھڑکتی آگ میں جھونکا آج بھی ہر رشدی ملعون کے لئے آگ کے شعلے بھڑکا وہ قوم جو تیرے نبی کے خاکے بنا کر تیری قدرت کا مذاق اڑائے

اس پر آگ برسا

شعلے پھا کر

انہیں دوزخ کا ایندھن بنا۔۔۔۔۔!

یا

عشاق کے بازوؤں میں توانائی پیدا کر

کہ

وہ گندی قوم کا احتساب خود کر سکیں

ہمارے رب!

تو نے ام جمیل کی گندی گردن میں رسے ڈالے

تیرے جلال کا تجھے عظیم واسطہ

ہر تسلیمہ نسرین کی گردن میں بٹے ہوئے رسے ڈال

مسلمانوں کو شعور عطا فرما

کہ

وہ سمجھیں۔۔۔۔۔

وہ جانیں۔۔۔۔۔

ان کا عقیدہ ہو۔۔۔۔۔

محکم ایمان

مضبوط نظریہ

ناقابل شکست تصدیق

آبروئے مازنام مصطفیٰ است



